مذبح قادیان

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مذبح قادیان کے انہدام کے متعلق اظہارِ خیالات

(فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں اپنے دوستوں کا اس اظہارِ مسرت اور اظہارِ اخلاص پر جو میری آمد پر انہوں نے کیا ہے شکریہ ادا کرتے ہوئے اور اللہ سے یہ دعا کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس اخلاص اور محبت کی جزائے خیر عطا کرے' اس موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس پر کہ اس ایڈریس کے جو اس وقت میری آمد پر پڑھا گیا ہے اکثر مطالب حاوی ہیں۔

دنیا جانتی ہے ہم نے بزدل کہلا کر' خوشامدی کہلا کر' لالچی اور حریص کہلا کر' بے وقوف اور جاہل کہلا کر اور ہر قسم کے بُرے سے بُرے نام رکھا کر بھی دنیا میں امن اور آشتی قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کی سعی اور جدوجہد سے کام لیا ہے۔ لوگوں نے ہمارے نازک ترین احساسات کو صدمہ پہنچایا اور ہر طرح کے طعنوں سے بھڑکایا لیکن باوجود ان کے اشتعال اور غیرت دلانے کے ہم نے اپنے جذبات کو دبائے رکھا اور فتنوں اور فسادات کی آگ کو بھڑکانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کے مٹانے کی سعی کی ہے۔ لیکن ایک بات ہے جو میں اپنی جماعت کے دوستوں کو سنا دینا اور ساری دنیا کو بتا دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ مومن اگر ایک وقت اپنی نرمی' آشتی اور صلح جوئی کے ثبوت کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے تو جس وقت اس کی اس آزمائش اور اس امتحان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے جہاں سے آگے چلنے سے شریعت اسے روک دیتی ہے' اس وقت اس سے بڑھ کر بہادر اور جری بھی کوئی نہیں ہوتا۔ اس وقت اسے بہادری اور شجاعت دکھانے سے نہ دنیا کی حکومتیں روک سکتی ہیں' نہ گورنمنٹیں اس کا کچھ کر سکتی ہیں کیونکہ دنیا میں کسی کام سے رُکنے اور باز رہنے کی دو ہی وجوہ ہوتی ہیں۔ اول

شریعت اور عقل کہتی ہے کہ یہ کام نہ کرو۔ دوسرے بُزدلی اور منافقت کہتی ہے اس سے پیچھے ہٹ جاؤ لیکن جب مومن کو یہ معلوم ہو جائے کہ شریعت اور عقل فلاں کام کرنے سے روکتی نہیں بلکہ اس کے کرنے کا حکم دیتی ہے تو ایک ہی بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ بُزدلی اسے اس کام کے کرنے سے روک دے۔ مگر خدا کے بندے کبھی بزدل نہیں ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

صادق بُزدلے نبُوَد ور بیند قیامت را

جو شخص سچائی پر قائم ہو جو یہ سمجھتا ہو کہ جس رستہ پر چل رہا ہے وہ خدا تعالیٰ کی رضا کا رستہ ہے تو پھر اگر قیامت بھی آ جائے تو وہ بُزدلی نہیں دکھایا کرتا۔ پس ہم اپنی ان قدیم روایات کو قائم رکھتے ہوئے جن کی وجہ سے ہم نے اپنے ہم قوموں اور اپنے بھائیوں سے لڑائی مول لی' ان کی ناراضگی برداشت کی' ان کے طعنے سنے' انہیں قائم رکھتے ہوئے سعی کریں گے کہ دنیا میں امن قائم رہے' فتنہ و فساد نہ پیدا ہو۔ مگر دنیا کو یہ بھی معلوم ہو جانا چاہئے جہاں ہم خود ابتداء نہ کریں گے وہاں اگر کوئی ہمارے متعلق ابتداء کرے گا تو ہم اس کی کوئی حرکت بھی برداشت نہیں کریں گے اور وہ' وہ کچھ دیکھے گا جو اس کے وہم و خیال میں بھی نہ ہو گا۔ ہم کسی کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھاتے لیکن جو ہاتھ ہمارے خلاف اٹھے گا وہ شل کیا جائے گا' وہ قطع کیا جائے گا اور وہ کبھی کامیابی سے نیچے نہیں جھکے گا۔ ہم نے کبھی باتیں نہیں بنائیں' کبھی بڑھ بڑھ کر دعوے نہیں کئے اور اس وجہ سے لوگوں کے اعتراض بھی سنے۔ جب انہوں نے بڑے بڑے دعوے کئے کہ ہم یہ کر دیں گے' وہ کر دیں گے اس وقت ہم ان کے دعووں میں شریک نہ ہوئے اس لئے کہ ہم جانتے تھے یہ محض دعوے ہیں جن پر کبھی عمل نہیں کیا جائے گا۔ اس پر ہمارے متعلق کہا گیا یہ بزدل ہیں اس لئے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ مگر کر کے انہوں نے بھی کچھ نہ دکھایا۔ صرف باتیں کر کے رہ گئے۔

غرض ہم نے کبھی نہیں کہا کہ ہم خون کی ندیاں بہا دیں گے اور ہم تو لوگوں کے زخم مندمل کرنے آئے ہیں نہ کہ خون بہانے کے لئے۔ پس ہم اب بھی یہی کہیں گے کہ ہم دنیا میں امن اور صلح قائم کریں گے۔ مگر باوجود اس کے میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی ہمارے امن پسندی کے جذبات سے غلط فائدہ اٹھا کر قدم اٹھانا چاہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی جماعتوں نے کبھی پیٹھ نہیں دکھائی اور پہلوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہم بھی پیٹھ

دکھانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مگر میں نے بتایا ہے ہم یوں دعوے نہیں کیا کرتے اور اس وقت بھی میں کوئی دعویٰ کرنا پسند نہیں کرتا اسی لئے میں اس بات کو طول دینا نہیں چاہتا بلکہ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب کوئی ایسا موقع آئے گا اس وقت ہم دکھادیں گے کہ ہم کیا کرسکتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ مؤمن کا کام وقت اور موقع پر کرکے دکھانا ہوتا ہے اس لئے اسے کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ خیالات کا اظہار نہ کرنے کی وجہ سے دوسرے دھوکا کھاسکتے ہیں اس لئے میں فساد بڑھانے کی غرض سے نہیں بلکہ امن پسندی کی نیت سے بتادینا چاہتا ہوں کہ ہم قیامِ امن کے لئے سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں لیکن کوئی ایسی بات برداشت نہیں کرسکتے جس سے بے غیرتی اور بے حمیّتی پیدا ہو۔ مذبح کے سوال پر میں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سوال یہ نہیں کہ سکھوں اور ہندوؤں نے اینٹوں کی ایک چار دیواری گرادی۔ یا یہ کہ ایک خاص غذا کھانے سے مسلمانوں کو روک دیا بلکہ سوال یہ ہے کہ کوئی قوم اپنی نجابت اور شرافت کو ثابت کرنے کے لئے کبھی ایسی زندگی برداشت نہیں کرسکتی کہ ایک دوسری قوم اسے کہے کہ جو میں کہوں وہ کرے اور جس کی میں اجازت دوں وہ کھائے۔ اس قوم سے بڑھ کر بے غیرت قوم اور کوئی نہیں ہو سکتی جو اپنے کھانے پینے کو دوسری قوم کے اختیار میں دے دے۔ اسلام نے کسی غیر مسلم کو مجبور نہیں کیا کہ اس کی تعلیم پر عمل کرے لیکن اس بات کی بھی کسی کو اجازت نہیں دی کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کی تعلیم پر چلنے کیلئے مجبور کرے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہندو ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک کہتے تو یہ ہیں کہ اسلام جبر کی تعلیم دیتا ہے مگر جبر خود کرنا چاہتے ہیں اور گائے کا گوشت جبراً بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام نے تو اُن معاملات میں بھی جبر کرنے کی اجازت نہیں دی جو کہ گائے کی نسبت بہت اہم ہیں۔ مثلاً سُود خوری۔ اسے خدا سے لڑائی قرار دیا گیا ہے۔ مگر ہم روزانہ بنیوں اور مہاجنوں کو دیکھتے ہیں کہ سودی کاروبار کرتے ہیں۔ مگر ہم ان کی **بہیوں** کو چاق نہیں کر دیتے۔ لیکن اگر یہی طریق جاری ہو جائے کہ جو بات کسی کو دوسرے مذاہب والوں کی ناپسند ہو' اس سے جبراً روک دے تو ہندوؤں کو معلوم ہونا چاہئے۔ اسلام نے سود خوری کو خدا سے جنگ قرار دیا ہے۔ اگر اسی اصل پر عمل ہونا چاہئے جو ہندو گائے کے متعلق قرار دے رہے ہیں تو پھر مسلمانوں کو بھی حق حاصل ہونا چاہئے سودی لین دین کرنے والوں کو جبراً روک دیں۔ ان کی بہیاں پھاڑ دیں اور ان کے مکان گرادیں۔ کیا دوسری قومیں

مسلمانوں کو یہ حق دینے کے لئے تیار ہیں۔ کہا جاتا ہے مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم تو نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کیا وید میں سود لینے کا حکم ہے اور لکھا ہے کہ جو سود نہ لے گا اس کی مکتی نہ ہوگی۔ اگر نہیں تو گائے اور سود کا معاملہ ایک ہی جیسا ہے۔ انہیں ان کا مذہب سود لینے سے روکتا ہے۔ لیکن ہمارا مذہب گائے ذبح کرنا جائز قرار دیتا ہے اور سودی کاروبار کو خدا سے جنگ بتاتا ہے۔ پھر ہم مسلمان ہی گائے کا گوشت کھاتے ہیں دوسرے ہماری نقل نہیں کرتے۔ مگر ہندوؤں کا سودی کاروبار دیکھ کر کچھ مسلمان بھی سود لینے لگ گئے ہیں۔ اگر اسی اصل پر عمل کرنا چاہئے تو کیا دوسری قومیں اس کے لئے تیار ہیں؟ ہمیں تو اس اصل کی صحت سے انکار ہے۔ لیکن جو اس پر عمل کرتے ہیں کیا وہ یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ مسلمانوں کو ان کی جو بات ناگوار ہو اس میں وہ بھی جبر کرلیں۔ کیا اس طرح ملک میں امن قائم رہ سکتا ہے اور ملک کے باشندے امن کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ جہاں مسلمانوں کا زور ہوا وہاں مسلمانوں نے ہندوؤں کو دبالیا۔ اور جہاں ہندوؤں کا زور ہوا وہاں انہوں نے مسلمانوں کو دبالیا۔ اس سے نہ کوئی قوم قائم رہ سکتی ہے نہ امن قائم ہو سکتا ہے۔ جب ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں تو اس سچائی کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے زندگی بسر نہیں کی جاسکتی۔ منہ سے سَوَراج سَوَراج[1] کہنے سے سَوَراج حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ وطنیت' وطنیت کہنے سے قائم ہو سکتی ہے۔ بلکہ جب یہ سمجھ لیں کہ ہندوستان میں کئی مذاہب قائم ہیں جن کا آپس میں اختلاف ہے اور ہر ایک کا حق ہے کہ اپنے اپنے مذہب پر چلے۔ دوسرے کو کسی کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دینا چاہئے اس وقت وطنیّت قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن جب تک اس بات کو تسلیم نہ کرلیا جائے اور اس کے مطابق زندگی بسر نہ کی جائے اس وقت تک وطنیّت قائم ہو سکتی ہے نہ سَوَراجیہ مل سکتا ہے۔

ہم اس رواداری سے کام لینے کے لئے تیار ہیں اور اس کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ ہمارے مرکز میں غیر مذاہب کے لوگ ایسے کام کرتے ہیں جن سے مسلمانوں کے احساسات کو شدید صدمہ پہنچتا ہے مگر ہم ان میں دخل نہیں دیتے بلکہ یہ کہتے ہیں ہر ایک کی مرضی اور اختیار ہے' جو چاہے کرے۔ جب دوسروں کے متعلق ہمارا یہ رویہ ہے تو ہم یہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ وہ چیز جو ہمارے مذہب نے ہمارے لئے جائز قرار دی ہے وہ دوسروں کے دباؤ پر چھوڑ دیں۔ ہم اپنی مرضی اور اختیار اور سمجھوتہ سے جو چاہیں چھوڑ دیں مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا

کہ ہم اپنی نسلوں میں یہ احساس پیدا ہونے دیں کہ فلاں چیز ہم سے زبردستی چُھڑا دی گئی ہے۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ ہم اپنی اولاد کو ہمیشہ کے لئے ہندوؤں اور سکھوں کی غلامی میں دے دیں۔ پس موجودہ حالات میں ذبیحہ گائے کا سوال مسلمانوں کے لئے ایسا اہم ہے کہ اس پر ان کی اولادوں کی غلامی اور آزادی کا انحصار ہے۔ دوسری طرف جو لوگ ذبیحہ گائے کو روکنا چاہتے ہیں وہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کے احساسات حد سے بڑھے ہوئے ہیں ورنہ ان کا حق نہیں کہ ایسا کریں کیونکہ جو گائے کا گوشت کھانا چاہتے ہیں وہ ان کے مذہب کے لوگ نہیں بلکہ الگ مذہب کے ہیں اور دوسروں پر جبر کرنے کا انہیں کیا حق ہے۔ بہرحال انہوں نے جو جبر کا نمونہ دکھایا ہے اس نے مسلمانوں کو بتا دیا ہے کہ یہ ان کی غلامی اور حریت کا سوال ہے اور اس وجہ سے ہم اسے حل کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ہے' ان میں کوئی انتظام نہیں' انہیں پھاڑنے کے کئی طریق برادرانِ وطن جانتے اور ان پر عمل کرتے رہتے ہیں لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں ہم حق کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اس لئے کامیاب ہونگے کیونکہ خدا تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی پس اگر ہمسایہ قوموں نے ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تو ہم نہ صرف پنجاب کے بلکہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو منظم کریں گے تاکہ وہ اپنے حقوق حاصل کریں۔ اور غیر مسلموں کے حد سے بڑھے ہوئے احساسات مٹا دیں اس کی ذمہ داری انہی لوگوں پر ہوگی۔ جو اس بات کے لئے مسلمانوں کو مجبور کر رہے ہیں۔

ہم نے ان لوگوں کا ہمیشہ بے حد خیال رکھا۔ یہاں کے لوگ گواہ ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو یہاں سے اس لئے نکال دیا کہ اس نے گائے کا گوشت فروخت کیا اور جب تک میں نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اس کام کی واقعی ضرورت ہے اس وقت تک اس کی اجازت نہیں دی۔ ممکن ہے یہاں کے لوگ غصہ کی حالت میں اس کا انکار کر دیں۔ جس طرح انہوں نے کہا تھا کہ پہلے گورنمنٹ نے اجازت نہیں دی تھی نہ کہ آپ نے روکا تھا حالانکہ اس وقت میں نے افسروں کو اجازت دینے سے روکا تھا اور میرے پاس قادیان کے ایک معزّز ہندو کا خط موجود ہے جس میں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ہی پہلے مذبح کو روکا تھا۔ غرض ہم نے ہر طرح ان کا خیال رکھا اور لمبے عرصہ تک رکھا۔ حالانکہ اس عرصہ میں بھی یہ لوگ ہمیں نقصان پہنچانے کی ہر طرح کوشش کرتے رہے اور میں سمجھتا ہوں جو طریق انہوں نے اس دفعہ اختیار کیا اگر اس کی بجائے پہلی طرح ہی میرے پاس آتے تو جس قدر ممکن ہوتا میں ان کا خیال رکھتا۔ اور

میرے ذہن میں ایسی تجاویز تھیں کہ ان پر عمل کرنے سے ہندو اور سکھ صاحبان کی دلجوئی ہو سکتی تھی مگران میں سے ایک فریق نے تو دھمکی دی کہ اگر مذبح جاری ہوا تو فساد ہو جائے گا اور چونکہ دھمکی کوئی باغیرت انسان برداشت نہیں کر سکتا اس لئے میں نے بھی کہہ دیا جو فساد کرنا چاہتے ہوں وہ کر کے دیکھ لیں۔ دوسرا فریق ملنے کا وعدہ کر کے نہ آیا۔ اس نے سمجھا وہ زور سے جو چاہے منوا لے گا۔ ورنہ اگر یہ لوگ میرے پاس آتے تو انکا مدّعا ان کے اختیار کردہ طریق سے زیادہ بہتر حاصل ہوتا۔ میں نہیں سمجھتا گورنمنٹ کس طرح ایسا ظالمانہ اور خلافِ عقل فعل کر سکتی ہے کہ مذبح کو روک دے۔ لیکن اگر وہ ایسا ہی کرے تو بیسیوں طریق ایسے ہیں جن پر عمل کیا جا سکتا ہے اور میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ذبیحہ گائے گورنمنٹ کے روکنے سے بھی نہیں رک سکتا اور قانون کے اندر رہ کر اس پر عمل کیا جا سکتا ہے اور مذبح سے بھی زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ پس اگر مذبح کو روک بھی دیا گیا تو ہم قانون کے الفاظ کی تو پابندی کریں گے مگر اس کی روح کو کچل دیں گے۔ اور خود کئی ہندوؤں نے میری اس چٹھی کے جواب میں جو میں نے شائع کی ہے تسلیم کیا ہے کہ قانون کے ذریعہ اس کا تصفیہ نہیں ہو سکتا اور نہ قانون کے ذریعہ ذبیحہ گائے روکا جا سکتا ہے ایسی باتیں آپس کے سمجھوتہ سے ہی طے ہو سکتی ہیں۔ اور قانون کی نسبت زیادہ عمدگی سے طے ہو سکتی ہیں۔ مگر اس طریق کو چھوڑ کر جبر کا رنگ اختیار کیا گیا اس لئے ہم بھی مجبور ہیں کہ حریت کی روح دکھائیں اور اپنا حق حاصل کریں۔ پس ہم اب اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ ہاں غور کرنے کیلئے اب بھی تیار ہیں بشرطیکہ پہلے مذبح قائم کر دیا جائے۔ جنہوں نے مذبح گرایا ہے وہ پہلے اسے بنا دیں اور پھر میرے پاس آئیں اور مجھ سے بات کریں۔ مذبح کے کھڑے ہونے سے پہلے نہیں۔ اس صورت میں ہم تمام وہ طریق اختیار کریں گے جن سے اپنی عزت قائم کر سکیں اور دنیا کو بتا دیں کہ ہم کسی کے غلام ہو کر رہنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ میں نے بتایا ہے گورنمنٹ کے قانون کی پابندی کرنا ہمارے لئے مذہباً ضروری ہے مگر ایسے رستے ہیں کہ ان کے ذریعہ اس قانون کی غرض باطل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ہماری جماعت کے ایک معزز شخص نے حکومت کے ایک بڑے افسر سے کہہ دیا تھا آپ جو چاہیں کر لیں میں بھی تمہیں حکومت نہیں کرنے دوں گا گائیوں کے پیچھے ہی پھیرا تا رہوں گا۔ تو وہ غلطی کا ازالہ کر کے آئیں۔ میں ہر وہ طریق اختیار کرنے کیلئے تیار ہوں جو ہماری عزت کو قائم رکھ سکے، ہماری ضرورت پوری کر سکے اور ان کے احساسات کا خیال رکھا جا سکے۔ غرض ہم ان کے

احساسات کو زیادہ سے زیادہ مدنظر رکھیں گے۔ ورنہ نہ صرف ہم ہی ذبیحہ گائے پر زور دیں گے بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تحریک کریں گے۔ باوجود اس کے مقامی ہندوؤں کے تعلقات ہم سے اچھے نہ تھے۔ وہ جھوٹی باتیں ہماری طرف منسوب کر کے فتنہ پیدا کرنیکی کوشش کرتے رہتے تھے۔ میں نے ہمیشہ ان کا خیال رکھا اور جب ایک گذشتہ سال مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ سیاسی تعلقات اچھے نہ ہونے کی وجہ سے یہ تحریک کی کہ گائے کی قربانی زیادہ کی جائے۔ تو میں نے اعلان کر دیا کہ ہندوؤں کی دل آزاری کی غرض سے ایسا نہ کیا جائے اس طرح قربانی نہ ہوگی مگر ہماری ان باتوں کا کوئی خیال نہ کیا گیا۔ ہماری امن پسندی کو بُزدلی بتایا گیا اور کہا گیا قادیان کے اردگرد سکھوں اور ہندوؤں کے ۸۴ گاؤں ہیں وہ مذبح قائم نہیں ہونے دیں گے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر ۸۴ گاؤں بھی ہوں کیا ہوا مؤمن تو ساری دنیا سے بھی نہیں ڈرتا۔ میں تو اگر اکیلا ہوتا اور ۸۴ چھوڑ ۸۴ لاکھ گاؤں بھی اردگرد ہوتے اور عزت کا سوال ہوتا تو میں اکیلا ہی گائے ذبح کرتا اور سب سے کہہ دیتا آؤ جو کر سکتے ہو کر لو۔ انسان زندہ رہتا ہے کچھ کرنے کیلئے۔ اگر اس کی عزت ہی نہ رہی تو اس نے زندہ رہ کر کیا کرنا ہے کس کے لئے زندہ رہے۔ ادھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے **مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ وَ عِرْضِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ** [۲] کہ جو اپنے مال اور عزت کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاتا ہے وہ شہید ہے۔ پس مؤمن موت سے نہیں ڈر سکتا۔ اگر کوئی اسے موت کی دھمکی دیتا ہے تو وہ بڑی خوشی سے اس کا خیر مقدم کرتا ہے کہ آؤ جو مارنا چاہتا ہے مار ڈالے۔ مگر جن کو خدا نے زندہ رکھنے کیلئے پیدا کیا ہے انہیں کون مار سکتا ہے۔ مؤمن تو اس دیو کی طرح ہوتا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے خون کی ایک ایک بوند سے ایک ایک دیو پیدا ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی ایک احمدی کو مارے گا تو اس کی جگہ سَو کھڑے ہو جائیں گے جس کا جی چاہے یہ تماشہ دیکھ لے۔ اور ہم سے پہلے کونسی کمی کی گئی ہے لیکن ہمارا کیا بگاڑ لیا۔ ابھی دیکھ لو ہندوؤں اور سکھوں نے مذبح کی اینٹیں ہی جُدا کی تھیں کہ سارے مسلمانوں کے دل اکٹھے ہو گئے۔ اگر اس قسم کے جبر سے یہ لوگ کام لیں تو اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ مسلمانوں میں قومی غیرت بھڑکے گی اور مسلمانوں کا تفرقہ جس کا کوئی علاج نظر نہیں آتا اس طرح دور ہو جائے گا۔ پس ہم ان دھمکیوں سے گھبراتے نہیں۔ ہاں کوئی صدمہ ہے تو یہ ہے کہ ہم دنیا میں جو صلح و آشتی پیدا کرنا چاہتے ہیں اسے نقصان نہ پہنچے۔ ہم یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنی عزت قائم رکھنے اور امن و آشتی سے

زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ ہم خود بھی امن میں رہیں اور اپنے ہمسایوں کو بھی امن دیں۔ غرض یہ ایک اہم معاملہ ہو گیا ہے اور اس کا سب اسلامی فرقوں سے تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ اس قسم کے نقصان ہمیں اس لئے پہنچ رہے ہیں کہ جن امور میں ہمیں اتحاد کرنا چاہئے ان میں نہیں کرتے۔ اس وجہ سے ہم سے دوسری قومیں وہی سلوک کر رہی ہیں جو ایک جاٹ نے ایک سید ایک مولوی اور ایک اُن کے خادم سے کیا تھا کہ ان تینوں کو اکیلے اکیلے کر کے خوب پیٹا تھا۔ مگر میں سمجھتا ہوں مسلمانوں میں یہ بیداری پیدا ہو رہی ہے کہ جن باتوں میں ہم متفق ہو سکتے ہیں ان میں متفق ہو جانا چاہئے۔ میں نے مسلمانوں کی تنظیم کے متعلق ایک سکیم سوچی ہے جو ایسے اصول پر ہے جو مسلمان خود تسلیم کر لیں۔ پہلے قادیان کے اردگرد اور ضلع گورداسپور کے مسلمانوں میں اسے جاری کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر وسعت دی جائے گی اگر مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں ہیں اور جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے، کھل گئی ہیں تو دوسری قومیں خود بخود انہیں حقوق دے دیں گی۔ اب وقت نہیں ہے کیونکہ مغرب کی نماز قریب ہے کہ میں سکیم کے متعلق کچھ کہوں۔ میرا ارادہ ہے لوگوں کو جمع کر کے یہ سکیم ان کے سامنے پیش کروں اور پھر کارروائی شروع کی جائے۔ میں اس بات پر بھی خوشی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ قادیان کے دوسرے مسلمانوں سے جو کشیدگی چلی آتی تھی وہ اس موقع پر دور ہو گئی۔ اور میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت کے دوست خیال رکھیں گے کہ یہ اتحاد مستقل ہو اور وہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ میں نے اس کے لئے بھی سکیم تجویز کی ہے کہ اگر کوئی اختلاف پیدا ہو تو کس طرح اسے دور کیا جائے۔

آخر میں مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ دعویٰ کرنے کی بجائے ہمیں اپنے عمل سے ثبوت دینے کی توفیق دے۔ میں مظلوم کی موت کو ظالم کی زندگی سے بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ مظلوم خدا کا مقرب ہوتا ہے اور ظالم خدا سے دور پھینکا جاتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اسلام اور مسلمانوں کا اعزاز اور توقیر اس ملک میں اور اس سے باہر بھی قائم کرنے کی توفیق دے اور مسلمان اسی نظر سے دیکھے جائیں جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اجداد دیکھے جاتے تھے۔

(الفضل ۸۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مذبح کے سوال کو حل کرنے پر اہلِ قادیان کی پوری آمادگی

(فرمودہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

مذبح قادیان کے انہدام سے پیدا شدہ صورت حالات کے مطابق مشورہ اور غور کرنے کیلئے ۶۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء بعد نماز عصر مسجد نور میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تقریر فرمائی۔ حضور نے تلاوت سورۃ فاتحہ کے بعد فرمایا:-

مذبح کے معاملہ میں جہاں تک میں نے غور کیا ہے یہاں دو قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ مذبح کا معاملہ اب ختم ہو چکا ہے اور ہمیں اس کے متعلق اب کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اس معاملہ میں ہماری طرف سے سستی ہو رہی ہے اور جس طرح کام ہونا چاہئے اس طرح نہیں چلایا جاتا۔ لیکن یہ دونوں خیال غلط ہیں۔

مذبح کے متعلق کام کرنے کا وقت اب شروع ہونے والا ہے ہم نہیں کہہ سکتے گورنمنٹ اس کے متعلق کیا فیصلہ کرے گی۔ اس وقت تک ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ یہی ہے کہ تمام باتیں کمشنر تک پہنچا دی ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ان باتوں پر عمل بھی کرے۔ اور ہمارا پچھلا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ گورنمنٹ شورش پسندوں سے ڈرتی ہے اور امن پسند لوگوں کے حقوق کی کَمَاحَقُّہٗ حفاظت نہیں کرتی حالانکہ گورنمنٹ کی ضرورت ہی کمزوروں کے لئے ہوتی ہے۔ زبردست تو خود لاٹھی سے اپنی حفاظت کر لیتے ہیں بلکہ ان کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ ملک میں کوئی حکومت نہ رہے تا وہ اپنی من مانی کارروائیاں کریں۔ اگرچہ ہندوستان میں اس وقت بھی ایسے حکّام موجود ہیں جو قانون کا احترام اور کمزوروں کی اعانت کرتے اور حق و انصاف کو ہر حال میں قائم رکھتے ہیں لیکن ایک طبقہ ایسا ہے جو حالات کے مطابق ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور

اسے عمدہ پالیسی سمجھتا ہے۔ افسران بالا کے ساتھ گفتگو کرنے سے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے بعض مذبح کے موافق نہیں۔ بلکہ ڈپٹی کمشنر جس نے انگریزی انصاف کا پورا پورا نمونہ دکھایا ہے اور پوری پوری تحقیقات کے بعد جو دوسری جماعت کو بے صبر کرنے والی تھی اس کی اجازت دی ہے۔ افسرانِ بالا نے اس کے بھی خلاف رائے دی ہے حالانکہ سنا گیا ہے کہ پہلے کمشنر مسٹر کینوے بھی اس سے متفق تھے لیکن باوجود اس کے یہ دونوں افسر تجربہ کار، مقامی حالات سے واقف اور علاقہ کے ذمہ وار تھے ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور جب تک پورے زور کے ساتھ کوشش نہیں کی گئی افسران بالا نے واقعات کو معلوم کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ گویا وہ ایک ایسی قوم کو جو شروع سے وفاداری پر قائم رہی ہے قانون توڑنے پر مجبور کر رہے تھے اور دھتکار رہے تھے اور پوری کوشش کے بعد ہم صرف واقعات ان تک پہنچانے کے قابل ہو سکے ہیں۔ اب اس کا نتیجہ کیا ہوگا اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پس ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا بلکہ شروع ہونے والا ہے۔ اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے ہی ایسا نظام قائم کرلیں کہ اگر فیصلہ ہمارے خلاف ہو تو معاً اپنا کام شروع کر سکیں۔ میں نے بتایا ہے کہ ہم مذہباً پابندی قانون کے لئے مجبور ہیں۔ اگر احمدیت کا جؤا ہماری گردنوں پر نہ ہوتا تو یقیناً ہم بھی وہی طریقہ اختیار کرتے جو دوسرں نے کیا ہوا ہے اور یہ ہمارا گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں اور نہ اس کا بدلہ ہم اس سے چاہتے ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کا فرض تھا کہ اس انسان کا احترام کرتی جس نے اس کے لئے ایک وفادار جماعت پیدا کر دی ہے ایسا نہ کرنا گورنمنٹ کی احسان فراموشی ہے۔ مگر بہرحال ہم پابندی قانون کے لئے مجبور ہیں اور چاہے طبائع میں کتنا ہی جوش ہو، ہمارے دشمن، شریک، ساتھی، واعظ سب ہمیں طعنے دیں ہم نے بہرحال قانون کی پابندی کرنی ہے۔ لیکن قانون کے معنی ڈپٹی کمشنر، کمشنر یا گورنر کا حکم نہیں بلکہ شہنشاہ معظّم کے ۱۹۱۷ء کے اعلان کے مطابق گورنمنٹ کے معنی GOVT OF THE PEOPLE یعنی ملک کی آواز کے ہیں یعنی گورنمنٹ رعایا کی رائے کا نام ہے۔ پس جب گورنمنٹ کے معنی یہ ہیں تو اگر ہم اپنی آواز بلند ہی نہ کریں تو ہم تعاون کرنے والے کیسے ٹھہر سکتے ہیں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اپنی نمائندگی کو زیادہ مضبوط کریں۔ اور پورے زور کے ساتھ اپنی آواز افسرانِ بالا تک پہنچائیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قانون شکنی نہ ہو اور ہمیشہ آئین کا احترام کیا جائے۔ پس ہم نے قانون کے اندر رہتے ہوئے اور حکومت سے تعاون کرتے ہوئے اپنے حقوق حاصل

کرنے ہیں۔ یہ اصل ہے جس کے ماتحت ہمیں اپنی آواز بلند کرنی چاہئے۔ عجیب بات ہے کہ میں نے اپنے خط میں جو لیڈروں کے نام لکھا جن الفاظ میں انہیں مخاطب کیا' وہی آج سے پچاس سال قبل گورنر جنرل لکھ چکا ہے جنہیں میں نے بعد میں دیکھا۔ ملتان کے کمشنر نے حکومت سے دریافت کیا کہ مذبح کے متعلق کیا قوانین ہیں۔ اس کے جواب میں گورنر جنرل نے لکھا کہ اس میں اس حد تک روک ہونی چاہئے کہ ہندوؤں کی دل آزاری نہ ہو۔ اس جواب پر اس نے ملتان میں گاؤ کشی بند کر دی کیونکہ اس نے اس کے معنی یہی سمجھے کہ جہاں ہندو ہوں وہاں چونکہ ان کی دلآزاری ہوتی ہے' اس لئے گاؤ کشی نہیں ہونی چاہئے اور اپنے اس فیصلہ سے لوکل گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ جس نے اسے لکھا تمہارا یہ فیصلہ الفاظ کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی گورنر جنرل کو اطلاع دی کہ کمشنر ملتان کا یہ فیصلہ آپ کے الفاظ کے خلاف معلوم ہوتا ہے جس پر گورنر جنرل نے لکھا نہ صرف یہ کہ ہمارے الفاظ کا ہی خیال نہیں رکھا گیا بلکہ ان کی روح کے بھی خلاف ہے۔ گاؤ کُشی مسلمانوں کا امتیازی نشان ہے اور اس کے بند کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ اس ملک میں ہندوؤں کی حکومت ہے اور مسلمان ان کے غلام ہیں۔ پس کمشنر ملتان کا یہ فیصلہ غلط ہے اور گاؤ کُشی کی عام اجازت ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ غلامی کی بدترین قسم ہے۔ دیہات میں جو لوگ ڈرتے ہیں' وہ چونکہ کمزور ہیں۔ اگر وہ اسے برداشت کرتے ہیں تو کریں۔ نبیوں کی جماعتیں حُرّ ہوتی ہیں اور حُریّت پیدا کرنے آتی ہیں اس لئے ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تعلیم نے کہ میری جماعت گورنمنٹ کی وفادار ہے ہمیں غلامی سے بچا لیا۔ لوگ ہمیں غلام کہتے ہیں لیکن حقیقت میں غلام وہ ہیں جو اطاعت کو فرض نہ سمجھتے ہوئے مجبوراً اطاعت کرتے ہیں اور ہم مذہب کی پابندی میں ایسا کرتے ہیں۔ وگرنہ ہم اسے کبھی برداشت نہ کرتے اور فوراً ہتھیار لیکر نکل کھڑے ہوتے۔ ہماری شریعت نے تو ایمان میں بھی غلامی کو جائز نہیں رکھا۔ بظاہر یہ کمزوری معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے اس وقت کیوں سکھوں پر لٹھ نہیں چلایا لیکن یہ بہت بہتر ہوا ہے کیونکہ جہاں بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں ہندو کہتے ہیں مسلمانوں نے ابتداء کی لیکن یہاں ان کے ظلم کا خالص نمونہ نظر آ رہا ہے۔ اور ہندو لیڈر غصہ میں دانت پیس رہے ہیں کہ مسلمانوں نے کیوں مقابلہ نہیں کیا کیونکہ یہ ان کی تعدّی کا روشن ثبوت ہے۔ اور یہ واقعات بتاتے ہیں کہ

وہ امن و امان سے رہنے کے متمنّی نہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ مسلمان چوہڑے، چمار اور گونڈ بھیل کی طرح ملک کے اندر رہیں۔ اب مسلمان دیکھ لیں کہ وہ ایسی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ ہندو برابر چند سال سے ایسی حرکات کر رہے ہیں۔ ایک جگہ فساد کرتے ہیں وہاں کے مسلمان دو تین ماہ شور مچا کر خاموش ہو جاتے ہیں تو دوسری جگہ کر دیتے ہیں پھر تیسری جگہ غرضیکہ فسادات کا ایک سلسلہ انہوں نے شروع کر رکھا ہے۔ جس سے مقصد ان کا یہ ہے کہ مسلمان بزدل ہو جائیں اور خود بخود کہنے لگیں کہ ہمیں تمہاری غلامی منظور ہے۔

غرضیکہ ہندو روز بروز دلیر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مہابیر دَل نے اعلان کیا ہے کہ ہم خون کی ندیاں بہا دیں گے لیکن مذبح نہیں بننے دیں گے۔ پس اب ہمارے سامنے یہ سوال ہے جس پر غور کرنا ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک مقامی جس سے باہر والوں کا تعلق نہیں ہے اور صرف قادیان یا اس کے ملحقہ دیہات سے جو یہاں سے گوشت لے جا سکتے ہیں تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہاں کے مذبح کا گوشت یہاں کے لوگ ہی کھائیں گے۔ اور دوسرا پہلو اس جبر کا ہے جو اس کے گرانے کے متعلق کیا گیا اور وہ تعدّی کی روح جس کا مظاہرہ ہوا۔ یہ ساری دنیا کے احمدیوں بلکہ سارے مسلمانوں بلکہ دوسری اقوام سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ مقامی حصہ کے متعلق تمام اخراجات مقامی جماعت کو برداشت کرنے ہونگے اگرچہ مرکزی نظام کے ماتحت ہی یہ کام ہو گا لیکن باہر کے لوگوں سے اس کے لئے مدد نہیں لی جائے گی۔ لیکن اس ظالمانہ روح کو توڑنا جیسا قادیان سے تعلق رکھتا ہے ویسا ہی دوسرے مقامات سے ہے اس لئے لوگوں کے اندر نئی زندگی اور ایسا جوش پیدا کرنا جس سے وہ ثابت کر دیں کہ وہ اس جبر کو ماننے کے لئے تیار نہیں یہ کام مرکز سے متعلق ہے۔ پس مرکزی حصہ کے متعلق تو باہر کی جماعتوں سے مدد لی جائے گی لیکن مقامی پہلو کی ہر قسم کی ذمہ داری مالی، جانی، مقامی لوگوں کو برداشت کرنی چاہئے۔ اگرچہ اس میں بھی مرکزی جماعت مدد دے گی لیکن وہ SUBSIDY قسم کی ہو گی۔ اصل بوجھ مقامی جماعت پر ہی ہو گا۔ یہ نہیں کہ اس کے لئے بھی باہر سے مدد مانگیں اور خود مجاور بن کر بیٹھے رہیں۔ یہ سپرٹ نہایت بری ہے۔ مقامی لوگوں کو تو ہر کام میں عملی نمونہ سے باہر والوں کی راہ نمائی کرنی چاہئے۔ اگرچہ باہر کے لوگ بھی اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہیں، لیکن ہمیں اپنی ذمہ واری کو خود محسوس کرنا چاہئے۔ پس آپ لوگ یہ سمجھ کر کہ اس رستہ میں آپ کو بہت سی قربانیاں کرنی پڑیں گی، بھوکے، پیاسے، ننگے رہنا پڑے گا، سپاہیانہ

زندگی کی مشق کرنی ہوگی، راتوں کو جاگنا ہوگا، پہرے دینے ہونگے۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر بتائیں کہ کیا آپ اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہیں اور اس کام کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

(حضور کے اس سوال پر تمام حاضرین نے بِلا استثناء کھڑے ہو کر اس کام کو سرانجام دینے پر آمادگی کا اقرار کیا۔ پھر حضور نے دریافت فرمایا۔)

جو لوگ اس معاملہ کو طُول دینا مناسب نہ سمجھتے ہوں اور اسے یہیں ختم کر دینا چاہتے ہوں وہ کھڑے ہو جائیں۔ (جس پر ایک آدمی بھی کھڑا نہ ہوا۔)

(اس کے بعد حضور نے فرمایا۔)

ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ اس علاقہ کے مسلمانوں کی تنظیم کریں، لوگوں کو قانون سے واقف کریں، اس علاقہ میں مسلمانوں پر بہت ظلم ہو رہا ہے۔ اس ضلع میں کثرت مسلمانوں کی ہے۔ ذیلداریاں اور آنریری مجسٹریٹیاں مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کے پاس بہت زیادہ ہیں۔ مسلمان قانون سے ناواقف ہیں ہمارا کام ہے کہ انہیں واقف کریں۔ انہیں بتائیں بلکہ اشتہار دیں کہ گائے کھائیں۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے صرف یہ شرط ہے کہ پردہ کے اندر اسے ذبح کیا جائے۔ گائے کے ذبح کرنے کی کہیں بھی ممانعت نہیں سوائے اس جگہ کے جہاں دفعہ ۴۳ ہو۔ صرف اتنی احتیاط چاہئے کہ نمائش نہ ہو۔ اس وقت یہاں دفعہ ۴۳ ہے۔ لیکن اگر کمشنر نے فیصلہ خلاف سنا دیا تو اسی دن یہ منسوخ ہو جائے گی۔ پس ہمیں آج سے ہی سکیمیں بنانی چاہئیں کہ پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا۔

(الفضل ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

---

[1] حکومتِ خود اختیاری

[2] بخاری کتاب المظالم باب مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ میں "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ" کے الفاظ ہیں۔